قائداعظم ایک مطالعہ۔
بابائے قوم کے کردار کی نمایاں خصوصیات

حنا تحسین

Hina Tehseen

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

From the great figures of History some people have passed in this way, one who specializes in leadership and their special traditions are born, and from them of these figures highlights of the special interconnect its upto our eyes, Quaid-e-Azam Muhamad Ali Jinnah was the same, Greatness was not covered by him anywhere, they themselves have their own internal and impowered the capabilities, those who are the source of their greatness.

تاریخ کی عظیم شخصیتوں میں کچھ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں، جنہوں نے قیادت کا اپنا ایک خاص رنگ ڈھنگ اور اپنی خاص روایات خود پیدا کی ہیں اور انہی سے ان شخصیتوں کے خصوصی ذہن وفہم کی جھلکیاں ہماری نظروں کے سامنے آتی ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح اسی قسم کے قائدین میں سے تھے۔عظمت ان پر کہیں باہر سے تھوپی نہیں گئی۔ انہوں نے خود اپنی اندرونی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اجاگر کیا، جو ان کی عظمت کا وسیلہ ٹھہریں۔ انہوں نے اپنے خصوصی کردار کی ایسی تعمیر کی جس کے سہارے وہ گونا گوں تبدیلیوں اور گردشوں سے گزر کر اسی طرح بے داغ ابھرے جس طرح سونا بھٹی میں تپ کر نکھرتا اور کندن بن جاتا ہے۔خوش قسمتی سے قائداعظم نے اپنی نوجوانی میں وہ پیشہ اختیار کیا تھا جس نے ان کے مضمر فطری خصائل واوصاف کو شگفتہ اور بارآور ہونے کی بڑی گنجائش بہم پہنچائی۔ وہ اپنے راستے کی دشواریوں اور رکاوٹوں سے کبھی دل برداشتہ نہ ہوئے نہ ہم ہاری۔ اس کے برعکس انہوں نے حیرت انگیز ثابت قدمی دکھائی اور اپنی ذہانت وفطانت سے راستہ ہموار کیا اور قانون کے پیشے میں ترقیاں کیں اور بالآخر برعظم

کی ایک علیٰ عدالت کے قانونی حلقے میں سر بلند ہوئے اور''بار'' کے لیڈر ہو گئے۔ یہ قابل رشک مرتبہ تھا جو انہیں حاصل ہوا اور ان کی شہرت دور دور تک پھیلی۔ ان کو بار کے اندر جو کامیابی حاصل ہوئی، ان میں کچھ کم دخل ان صلاحیتوں کا نہ تھا، جو اپنی بات منوا لینے والے سلیقہ مند مقرر اور قوت استدلال سے آراستہ ہنر مند اور موثر ''ڈیبیٹر'' کی ان کے اندر موجود تھیں ان سب نے مل جل کر ان کو کامیاب کیا تھا، بلکہ یہی ذہنی توانائی اور تہذیبی شائستگی کا جوہر تھا جس نے لازماً ان کو وسیع تر میدان سیاست میں اُترنے کی دعوت دی اور بالآخر وہ عوامی قیادت اور ہمہ گیر سیاسیات کی بلند ترین منزل پر پہنچ گئے۔

قائداعظم نے ابتدا ہی سے اپنے جذبات کو مرتب رکھنے، اخلاقی قدروں کو اپنے اندر جذب کرنے اور اپنی نگاہ کو وسعت و ہمہ گیری مہیا کرنے کا ہنر سیکھ لیا تھا۔ ان کے جذبات واحساسات قلب ماہیت کے مرحلوں سے ایسے گزرے کہ ان کی تمام تر سرگرمیاں، اخلاقی رفعت کے سانچے میں ڈھل کر تہذیبی تصورات کی طرف یکسو ہوگئیں۔ ان کی ذات بلند اور خودی بیدار ہوگئی۔ جس نے چمکتے دمکتے زرہ بکتر اور آلات حرب کی طرح ان تمام لوگوں کی ترکیبوں اور کارستانیوں کی صفیں چیر دیں جو مسلم قوم کو مغلوب ومحکوم بنانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ قائداعظم جذبات سے عاری تھے اور ان پر جذباتی ردعمل کچھ نہ ہوتا تھا۔ وہ جب انسانوں کو فقر و فاقہ میں مبتلا اور مصائب وآلام سے چور دیکھتے تھے تو ان پر بے انتہا اثر ہوتا تھا، لیکن وہ اپنے جذبات کو عقل و دانش کی راہ پر لگانے کا ہنر جانتے تھے۔

انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر اپنی قوم کو واقعی خدمت کرنی ہے تو اپنے جذبات ومیلانات کو ایک ایسی آتش سوزاں میں تبدیل کر لینا ضروری ہے جو عملی سرگرمی کے لئے مستقل حرارت مہیا کرتی رہے۔ قائداعظم کے ساتھ جن لوگوں کو کام کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ان کی انسان دوستی کے شدید جذبے کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور یقیناً یہ ان کی انسان دوستی ہی کا جذبہ تھا جو مصائب میں گھری ہوئی قوم اور اس کے بے یار و مددگار افراد وارکان کے حالات سدھارنے پر مرکوز ہو گیا تھا۔

قائداعظم اگر شدید قسم کا نظم وضبط نافذ کرنیوالے قواعد پسند تھے تو سب سے پہلے وہ نظم وضبط کے یہ اصول اپنی ذات پر نافذ کرتے تھے اور اپنے جذبات واحساسات اور اپنی پسند و ناپسند پر مکمل کنٹرول رکھتے تھے۔ جذبات اُن کے اندر بھی تھے اور شدید تھے، لیکن وہ اپنے جذبات واحساسات اور رجحانات کو ہمیشہ بلند تر مقاصد اور اعلیٰ اصولوں کے تابع رکھتے تھے۔ دُنیا کو آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ قائداعظم کو نجی طور پر کیسی کیسی تکلیف پہنچی اور ان کے دل کو کیا کیا زخم لگے، کیسی کیسی تکلیف پہنچی اور ان کے دل کو کیا کیا زخم لگے۔ وہ اتنے خوددار تھے اور ان کو عزت نفس کا اتنا شدید احساس تھا کہ ان باتوں کی بھنک بھی کسی کو ملنے نہ دی۔ جن لوگوں نے ذاتی طور پر ان کو تکلیف پہنچائی۔ انہیں تو وہ فوراً معاف کر دیتے تھے، لیکن قومی مفادات کے معاملے میں اگر کسی نے غلط قدم اُٹھایا اور غداری کی تو اس کی گرفت

کرنے میں پس وپیش بھی نہیں کرتے تھے۔

قائداعظم نے اپنی عوامی زندگی مجلس قانون ساز کے رکن کی حیثیت سے شروع کی تھی اور یہی ان کی عوامی نمائندگی اور قومی قیادت کی جانب پہلا قدم تھا۔ پارلیمانی جنگیں انہوں نے خوب خوب لڑیں اور کتنی ہی پارلیمانی جنگیں ایسی تھیں کہ جب وہ میدان میں اُترے تو ہمیشہ کام یاب ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں جب مسلمانانِ بمبئی کی طرف سے منتخب ہو کر ان کی ترجمانی کے لئے امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں پہنچے تو اسی وقت سے ان کو بڑے بڑے مقررین اور بحث کرنے والے زباں آوروں سے ایوان کے اندر سابقہ پڑا، لیکن دیکھا گیا کہ وہ اپنا طرۂ کامرانی لہراتے ہوئے نکلے۔ ان کی پارلیمانی تقریریوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیر بحث موضوع کچھ بھی ہو، اس پر ان کی گرفت قادرانہ ہوتی تھی اور ان کے دلائل و براہین کی کاٹ ایسی ہوتی تھی جس کا مقابلہ ناممکن ہو جاتا تھا۔ مجلس قانون ساز میں ان کی شائستہ مزاجی، شان دار اندازِ بحث اور نفیس ولطیف اسلوب تقریر ان کی پارلیمانی زندگی کا نچوڑ ہے۔ ان کی ظاہری وضع قطع کی نفاست ایک طرف اور ان کی ذہانت وفطانت اور شخصیت کا حسن دوسری طرف، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پارلیمانی قیادت کیلئے قدرت نے شروع ہی سے ان کو الگ کر رکھا تھا۔

وہ سستی شہرت کو ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی ایسا لیڈر بننا پسند نہیں کیا جو عوامی امنگ ترنگ اور عوامی جذبات کی رو میں صرف اس لئے بہہ جائے کہ اس طرح اس کو ایک کلغی اپنی ٹوپی میں لگا لینے کا موقع ملے گا۔ بعض لوگوں کو ان کی اس ادا سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ ان کے الگ تھلگ رہنے کا سبب ان کی سرد مزاجی ہے، حالانکہ اس کا سبب یہ تھا کہ بعض لوگ اور بعض سیاست داں خود اپنی زندگی کی ایک راہ نکالنے کے لئے عوام کی بے خبری وسادہ مزاجی سے فائدہ اٹھانے اور ان کے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ بات ان کو پسند نہ تھی۔

ایک زمانے میں یہ کہا جاتا تھا کہ قائداعظم مغرور ہیں۔ لیکن ایسا کہنے والوں کی نظر سے یہ بات ہمیشہ اوجھل رہی کہ وہ اگر ''مغرور'' تھے یا ان میں ''اکڑ'' تھی تو اس کی بنیاد آخر کیا تھی۔ قائداعظم مغرور تھے تو صرف اس مفہوم میں کہ مسلم انڈیا کے نمائندہ وترجمان ہونے کی وجہ سے انہوں نے مسلم انڈیا کی ساکھ اور مرتبے کو کسی حال میں بھی گرنے نہیں دیا۔ کانگریسی لیڈروں کے سروں میں طاقت ور ہونے کی جو رعونت پیدا ہو گئی تھی اس کے مقابلے میں وہ یقیناً مغرور تھے۔ قائداعظم صرف وہیں مغرور تھے جہاں مسلم انڈیا کی عزت اور مفادات کا مسئلہ زد میں آتا تھا۔ ورنہ ان لوگوں کیلئے جو منکسر المزاج تھے اور ان لوگوں کیلئے جو مسلم قوم کے سادگی پسند اور نیک نفس خدمت گزار تھے۔

راقم الحروف اپنے ذاتی تجربات کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہے کہ قائداعظم روشنی کا مینار تھے اور جو شخص بھی عوام کی بے غرضانہ خدمت کرنا چاہتا تھا، اس کے لئے وہ زندگی بخشی، خیال انگیزی اور حوصلہ مندی کا مستقل سرچشمہ تھے۔ ان کی موجودگی میں آپ ہمیشہ اپنے آپ کو سرفراز اور اپنی روح کو مالا مال

محسوس کرتے اور یہ بات خود بھی اپنی جگہ ان کی سچی عظمت کی ایک نشانی ہے۔ یہ بات اعجاز سے کسی طرح کم نہیں ہے کہ قائداعظم نے ایک مردہ قوم کو زندگی بخش دی۔ یہاں تک کہ مسلم انڈیا کو برعظم کی دستور سازی کی اسکیم میں جزوِ ترکیبی کی حیثیت سے تعلیم کیا گیا اور یہ حقیقت بھی نمایاں ہوگئی کہ مسلم انڈیا کی رضا مندی کے بغیر نہ تو کوئی دستور بنایا جا سکتا تھا نہ اس کو نافذ کیا جا سکتا تھا۔

فطری بات ہے کہ جس وقت سے قائداعظم نے مسلمانوں کی تنظیم، تحفظ حقوق سے بڑھ کر حصول حریت کے لئے شروع کی، وہ کانگریس کی طرف سے اور دوسرے ہندو حلقوں کی طرف سے، پسندیدہ شخص نہیں رہے۔ ان لوگوں نے ان کو بہت برا مشہور کر رکھا تھا اور کہنے لگے تھے کہ یہ شخص آزادی ہند کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ کوئی بدگوئی، کوئی تہمت و بہتان کوئی الزام تراشی، کوئی بدزبانی ان لوگوں نے اُٹھا نہیں رکھی تھی۔ قائداعظم پر ہر طرف سے مسلسل حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ اپنے قدم جمائے چٹان کی طرح ان تمام یلغاروں کے مقابل کھڑے رہے۔ ان کو نہ تو خوشامد بہکا سکی، نہ بڑی سے بڑی تعریف ہی اپنی جگہ سے ہٹا سکی۔ نہ کوئی قیمت ان کو خرید سکی، نہ کوئی لالچ ان کو لبھا سکی۔ مخالفین کی بد زبانیا ور تلخ نوائی کا اثر لئے بغیر وہ اپنی مخصوص شان و شوکت اور عظمت کے ساتھ آخری وقت تک اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ مسلمانوں کی حریت و آزادی کے خلاف مسلسل سازشیں ہوتی رہیں اور طرح طرح کی چالیں چلی گئیں، مگر وہ اس کے چکر میں کسی طرف نہ آئے۔ مسلمانوں کو پھانسنے اور نقصان پہنچانے کیلئے جتنی بھی کارروائیاں مخالفین کی طرف سے کی گئیں ان سب کو تہس نہس اور ناکام و نامراد کر دینے کا عجیب گر ان کو معلوم تھا۔

قائداعظم نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کیلئے سال ہا سال انتھک کوششیں کی تھیں، لیکن اس وقت وہ بالکل مایوس ہو گئے جب برطانوی حکومت کی منعقد کردہ گول میز کانفرنس ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء میں پہنچ کر ہندوؤں نے، بشمول مسٹر گاندھی، ہندو مسلم معاہدے کے تمام امکانات کا خاتمہ کر دیا۔ یہ معاہدہ بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی چند نشستوں کیلئے ہونا تھا۔ قائداعظم نے اس قدر دل برداشتگی محسوس کی کہ انہوں نے انڈیا کو یہیں سے خیر باد کہہ دیا اور انگلستان ہی میں اقامت اختیار کر لی۔ حکومت برطانیہ نے جب ۱۹۳۵ء کا ایک ایکٹ منظور کیا اور صوبائی خود اختیاری کی ابتدا کرنے پر مائل ہوئی تو قائداعظم نے محسوس کیا کہ میری قوم نہایت ہی نازک مرحلے سے گزر رہی ہے، اس لئے مجھے قوم کے پاس واپس جانا چاہئے اور وہ انڈیا واپس آ گئے اور اس عزم کے ساتھ آئے کہ مسلمانوں کو از سر نو منظم کریں اور برعظیم کی سیاست میں ان کیلئے وہ مرتبہ و مقام حاصل کریں جو ان کا حق ہے۔ یہیں سے ان کی قیادت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ عظیم الشان دور۔ ہندو اکثریت کے صوبوں میں کانگریسی وزارتیں برسرِ اقتدار آئیں تو مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک صورت حال پیدا ہو گئی۔ ۱۹۳۷ء میں ہندو اپنے جذبے اور عمل دونوں اعتبار سے مسلمانوں کے دشمن ہو رہے تھے۔ اس

وقت ایک ایسے حوصلہ مند، بلند نظر اور صاحبِ فراست راہ نما کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کو اس خارزار سے کسی طرح بہ حفاظت نکال لے جائے۔ مسلمان اس وقت دو جہنموں کے بیچ میں گھرے ہوئے تھے۔ ایک طرف برطانوی نوکر شاہی تھی اور دوسری طرف کانگریس، ہندو اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کے حوصلے و کردار کو دبانے اور کچلنے کا اور ان کی تہذیبی و معاشی پامالی کا سلسلہ جاری تھا۔

مسلمانوں کو سیاسی خوشامدیوں کی حد تک گرا دیا گیا تھا اور وہ دل شکستگی و مایوسی کے عالم میں ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو ان کو اس پستی سے نکالے اور امید و عمل کے نئے راستے پر لگا کر آگے بڑھے۔ آخر قائداعظم پر ان کی نظر جم گئی، جو ۱۹۰۶ء سے برعظیم کے سیاسی نشیب و فراز کا عملی تجربہ رکھتے تھے اور انہوں نے بھی اپنے کردار کی پختگی اور عقل و دانش کے فطری اوصاف کی بنا پر مسلمانانِ برعظیم کو اُبھارا اور بھرپور عملی مہم میں لگا دیا۔ قائداعظم کے جوز بردست قدرداں تھے وہ بھی ان کی صلاحیت، خود اعتمادی اور قوتِ عمل پر حیران رہ گئے، جس کی بنا پر انہوں نے قیادت سنبھالی اور پھر مختصر ترین مدت میں و قفے و قفے سے کچھ لیڈروں کو جس طرح اُٹھایا، کچھ لیڈروں کو جس طرح گرایا، اس میں ان کی سیاسی بصیرت، دور اندیشی و بلند نظری اور قوتِ ارادی، خود آگے بڑھنے اور دوسروں کو آگے بڑھانے کی صلاحیت اور تنظیم قومی و ملی کی قابلیت، شدید آزمائشوں سے گزری اور پھر ایک مثالی کام یابی و کامرانی بن کر اُبھری جس نے دوستوں اور دشمنوں دونوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا اور اس نے ان کے اس نئے کردار و عمل کو اور بھی زیادہ نام وری بخشی۔

☆......☆......☆